مولانا محمد رمضان سلفی

تحقیق و تنقید

مستشرق ہندی کے ناکارہ وارث

اور

خُطبہ حجۃ الوداع

"طلوعِ اسلام" جون ۸۶ء کے شمارے میں ایک مضمون بعنوان "خطبہ حجۃ الوداع اور مقامِ حدیث" شائع ہُوا ہے۔ جس میں حجۃ الوداع کے خطبہ کو زیرِ بحث لاکر یہ تاثر دینے کی مذموم اور ناکام کوشش کی گئی ہے کہ ذخیرہ حدیث پورے کا پورا غیر معتبر ہے۔ کیونکہ ...... طلوع اسلام لکھتا ہے:

"احادیث کے لٹریچر میں سب سے مستند حدیث حجۃ الوداع کا خطبہ ہے۔ جو رسول اللہ صلعم نے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کے سامنے ارشاد فرمایا۔ دوسرے الفاظ میں اس حدیث کے ایک لاکھ سے زیادہ راوی تھے۔ جب کہ دوسری احادیث، جو احادیث کے مختلف مجموعوں میں جمع کی گئیں، ان کے راویوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین یا چار تھی۔ لیکن اس سب سے مستند حدیث کے متن میں، مختلف کتابوں میں جو فرق ہے، اس سے پرویز صاحب کے نظریئے کی تصدیق ہوتی ہے۔" (صفحہ ۴۴)

——— اور یہ پرویز صاحب کا نظریہ کیا ہے؟ طلوعِ اسلام نے مذکورہ عبارت سے قبل صفحہ ۴۳ پر مضمون کی ابتداء میں اسے یوں بیان کیا ہے:

"احادیثِ رسول کے بارے میں علامہ پرویز صاحب مرحوم کا مسلک یہ تھا کہ آپؐ نے خود اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ، مرتب کر کے امتِ مسلمہ کے حوالے نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ جو احادیث رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، ان میں بعد کے لوگوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اضافے کئے۔ بعض احادیث میں تو اتنے زیادہ اضافے

کئے گئے کہ ان میں خود رسول اللہ صلعم کے اپنے الفاظ بہت کم باقی رہ گئے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اگرچہ کچھ اضافے نیک نیتی سے کیئے گئے، لیکن بعض اضافوں کے تجزیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عجمی سازش کے تحت کیئے گئے۔ اس لیے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صحیح احادیث کو پرکھنے کا معیار قرآنِ مجید ہے اور صرف انہی احادیث کو تسلیم کیا جا سکتا ہے جو قرآنِ مجید کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ چنانچہ آپ نے بہت سی ایسی احادیث کو جو علماء کے نزدیک صحیح تھیں، لیکن ان کی تحقیق کے مطابق، قرآنی تعلیمات کے مطابق نہیں تھیں، تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔"

آگے چلنے سے پیشتر "طلوعِ اسلام" سے یہ پوچھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے "علامہ پرویز صاحب مرحوم" کے پاس اس بات کی کون سی سند موجود تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید کا کوئی مجموعہ مرتب کر کے امتِ مسلمہ کے حوالے کیا تھا جبکہ احادیثِ رسول اللہ کے بارے میں ایسا نہ ہو سکا؟ ــــــ اس سلسلہ میں آنجہانی غلام احمد پرویز جو بڑی سے بڑی دلیل پیش کر سکے، وہ یہ تھی کہ:

"قرآن اپنے آپ کو بار بار کتاب کہتا ہے۔ پہلی آیت ہی "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" سے شروع ہوتی ہے، اور عرب اس لکھی ہوئی چیز کو کتاب کہتے تھے جو مدوّن شکل میں سِلی ہوئی صورت میں موجود ہو۔"

(قرآنی فیصلے ص ۲۱۸)

لیکن اس ڈھول کا پول تو ماہنامہ محدّث نے اپنی مارچ ۸۴ء کی اشاعت میں "حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ" کے عنوان سے، پرویز صاحب کی زندگی ہی میں بایں الفاظ کھول دیا تھا کہ:

" ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ "، سورۂ بقرہ کی دوسری آیت کا ایک حصہ ہے۔ اور سورۂ بقرہ کا بیشتر حصہ مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حصہ جو زیرِ بحث ہے، بالخصوص اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ مدنی زندگی کے آغاز میں ہی مومنوں اور کافروں کے علاوہ ایک تیسرا فریق بھی معرضِ وجود میں آیا، جو منافقین کے نام سے مشہور ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت قرآنِ مجید مکمل ہی کب ہوا

تھا، جو "کتاب" سے مراد، ایک "مدون اور سلی ہوئی کتاب" لی جا سکے؟"

اس سوال کا جواب آنجہانی پرویز اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک نہ دے سکے اور آج بھی ہمارا یہ قرض ان کے ذمہ ہے ــــــ علاوہ ازیں طلوعِ اسلام کو یہ بھی بتانا چاہیئے کہ ذخیرۂ حدیث اگر عجمی سازش کا شکار ہوا تو حدیث کو اس سازش سے تحفظ فراہم کرنے والے غلام احمد پرویز خود کس عربی النسل کی اولاد ہیں؟ ــــــ اور اگر وہ خود بھی عجمی ہیں، تو وہ دعوت، جس کے لیے انہوں نے بقولِ خود "پچاس سال" ضائع کر دیئے ہیں، عجمی سازش کے طعن سے کیونکر بچ سکتی ہے؟ ــــــ یہ تو ایک منطقی سی بات ہے کہ بعض محدثین کے عجمی ہونے کی بناء پر ذخیرہ حدیث اگر غیر معتبر قرار پاتا ہے، تو اس طرح پرویزی دعوت کی عمارت بھی دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد بھی ایسے لوگوں پر ہے جو خالص عجمی ہیں اور عربی زبان سے کورے بھی! ــــــ جس کا ثبوت ہم قبل ازیں "منکرینِ حدیث کی عربی زبان سے ناواقفی" کے عنوان سے محدث کے گزشتہ شماروں میں مہیا کر آئے ہیں، اور جس کے جواب میں انہیں ایک لفظ بھی لکھنے کی توفیق میسّر نہیں ہوئی۔

طلوعِ اسلام نے احادیثِ رسول ﷺ کو پرکھنے کا نظریہ یہ پیش کیا ہے کہ "اس کا معیار قرآنِ مجید ہے اور صرف انہی احادیث کو تسلیم کیا جا سکتا ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہوں" ــــــ لیکن یہاں پھر وہی سوال سامنے آتا ہے کہ سنت، جو قرآن مجید کی شارح ہے، اگر عجمی سازش کا شکار ہونے کی بناء پر غیر معتبر قرار پائی، تو چودھویں صدی کا یہ عجمی مفسرِ قرآن، کیونکر قرآنِ مجید کو سمجھ کر اس کی تعلیمات کی روشنی میں حدیثِ رسول ﷺ پر حکم لگانے لگا اور معتبر ٹھہرا؟ ــــــ آخر کس اصول کی رُو سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قرآنِ مجید کی تعلیمات وہی ہیں جو اس عجمی مفسرِ قرآن نے سمجھی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حدیث دشمن ہی نہیں بلکہ قرآنِ مجید سے بھی عداوت رکھتے ہیں ــــــ یہی وجہ ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع، جو پورے کا پورا قرآنی تعلیمات سے عبارت ہے اور اس کا ایک ایک جملہ ان تعلیمات کی منہ بولتی تصویر، ان کی نظروں میں جچنے سے قاصر رہا ہے ــــــ ذیل میں ہم علامہ شبلیؒ کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے اس خطبہ کے ایک ایک جملہ کو نمبر وار ذکر کریں گے (کیونکہ طلوعِ اسلام نے پہلے نمبر پر اسی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے)، اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس کے ہر ہر جملہ میں مذکور احکام و مسائل قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہیں، اس خطبہ کے ہر جملہ کے ساتھ متعلقہ

قرآنی آیت بھی درج کریں گے۔ تاکہ پرویزی "اصولِ حدیث" کے مطابق بھی اس خطبہ کا صحیح ہونا ثابت ہو سکے، جسے پرویز کے ناکارہ وارثوں نے قرآنی تعلیمات کے خلاف سمجھ کر اس کا انکار کر دیا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ ہم کوشش کریں گے کہ جا بجا ان قرآنی آیات کے مفاہیم و مطالب بھی پرویزی لٹریچر ہی سے (بلا تبصرہ) نقل کریں، تاکہ یہ سند مہیا ہو جائے کہ پرویز کی معنوی اولاد کو پرویز ہی کا یہ "اصولِ حدیث" ذخیرۂ حدیث کو غیر معتبر قرار دینے کے سلسلہ میں راس نہیں آیا ـــــ ہاں بعض مقامات پر ہم نے متعلقہ آیاتِ قرآنی کی توضیح امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے نقل کی ہے، کہ اس تفسیر کو ان لوگوں نے بھی جملہ کتبِ تفسیر میں معتبر تسلیم کیا ہے۔

قارئین کرام یہ بات ملحوظ رکھیں کہ آئندہ سطور میں، خطبۂ حجۃ الوداع سے متعلقہ روایات کی تحقیق ہم محدثین کرام کے اصولِ حدیث کی روشنی میں پیش نہیں کر رہے، بلکہ قبولِ حدیث کے لیے "قرآنی تعلیمات سے مطابقت" کے پرویزی قاعدے کے تحت انہیں پرکھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے مقصود نہ تو اس "پرویزی اصولِ حدیث" کو سندِ جواز فراہم کرنا ہے اور نہ ہی پرویزی تفسیرِ قرآن کو درست قرار دینا!

طلوعِ اسلام نے علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب "سیرت النبیؐ" سے خطبہ حجۃ الوداع کا جو متن شائع کیا ہے، اس کے ایک ایک جملہ کو ہم نمبروار زیرِ بحث لاتے ہیں ـــــ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

۱۔ "ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں!"

اس کی مطابقت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ" (المائدة: ۵۰)

اور غلام احمد پرویز نے مطالب الفرقان صفحہ ۵۲۸/۴ میں اس آیتِ قرآنی کا مطلب یوں بیان کیا ہے:

"یعنی اور اسی طرح پھر اس نظامِ جاہلیت کو اختیار کر لیں، جس پر وہ قرآن سے پہلے قائم تھے۔ لیکن جو لوگ اس نظامِ خداوندی کی صداقت اور محکمیت پر یقین رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ نوعِ انسان کے لیے ضابطۂ خداوندی سے بہتر اور کوئی ضابطہ نہیں ہو سکتا۔"

قرآنِ کریم کے ایک دوسرے مقام پر اسی جاہلیت کے دستور پر یوں تنقید کی گئی۔ فرمایا اللہ رب العزت نے :

" وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ـــ الآیۃ !"

(الاحزاب : ۳۳)

اور پرویز نے اس آیتِ قرآنی کا مفہوم یوں لکھا ہے :

" اور جب تم باہر جاؤ تو اپنی زینت کی نمود و نمائش نہ کرو، جیسا کہ قرآن سے پہلے عہدِ جاہلیت میں عورتیں کیا کرتی تھیں " (مفہوم القرآن ۔ پرویز ۔ ۲/۹۷۳)

۲۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

" بے شک تمہارا رب ایک ہے !"

ارشادِ باری تعالیٰ :

" إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ الآیۃ !" (النساء : ۱۷۱)

" یاد رکھو، کائنات میں الٰہ صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے "

(مفہوم القرآن پرویز ۱/۲۴۳)

نیز فرمایا :

" قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ ۔ الآیۃ !" (الانعام : ۱۶۵)

" ان سے کہو، کیا (تم چاہتے ہو کہ) میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور نشوونما دینے والے کو تلاش کروں، حالانکہ وہ کائنات کی ہر شے کا نشوونما دینے والا ہے "

(مفہوم القرآن پرویز ۱/۳۴۲)

۳۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

" بے شک تمہارا باپ ایک ہے !"

ارشادِ باری تعالیٰ :

" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ الآیۃ !" (الاسراء : ۷۰)

" ہم نے تمام فرزندانِ آدم کو واجب التکریم بنایا ہے ......!" (مفہوم القرآن پرویز ۲/۶۴۵)

نیز فرمایا:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ الآيَة۔!" (النساء: ۱)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"وَاعْلَمْ اَنَّ الْعَقْلَ دَلَّ عَلٰى اَنَّهٗ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ وَالِدٍ اَوَّلٍ وَاِلَّا لَزِمَ اَنْ يَكُوْنَ كُلُّ وَلَدٍ مَسْبُوْقٌ بِوَالِدٍ لَا اِلٰى اَوَّلَ وَهُوَ مُحَالٌ وَالْقُرْاٰنُ دَلَّ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ الْوَالِدَ الْاَوَّلَ هُوَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔"

(تفسیر کبیر ۵/۹)

"یعنی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کا سب سے پہلا کوئی ایک باپ ہونا چاہیے۔ ورنہ سلسلۂ غیر متناہی چل نکلے گا جو کہ محال ہے ــــ اور قرآن کریم نے بتلایا کہ انسانیت کا سب سے پہلا باپ آدم (علیہ السلام) ہے۔"

ثم۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے!"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ الآيَة!" (الحجرات: ۱۳)

"ہم نے انسانوں کو مرد اور عورت کے اختلاط[1] سے پیدا کیا ہے، باقی رہے

---

[1] یہ مرد آدمؑ، اور عورت حواؑ ہیں۔ قرآنِ کریم نے سورۃ نساء کی پہلی آیت میں آدمؑ کو "نفسِ واحدہ" بھی کہا ہے اور آپ کی بیوی حواؑ کو آپ کا "زوج" بتلایا ہے۔ پرویز صاحب نے بھی یہاں انسانوں کی پیدائش کا ذریعہ مرد و عورت کا اختلاط بتلایا ہے۔ لیکن دوسری جگہ آپ "نفسِ واحدہ" سے مراد وہ پہلا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مختلف خاندان یا قبیلے، تو اس سے مقصود صرف اس قدر ہے کہ تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو، ورنہ تو کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے سے افضل ہے نہ کوئی خاندان کسی دوسرے خاندان سے معزز، میزانِ خداوندی کی رُو سے عزت و تکریم کا صرف ایک معیار ہے۔ اور وہ یہ کہ تم میں سے کس کی زندگی قوانینِ خداوندی سے زیادہ مطابق ہے، کون ان کی زیادہ اطاعت کرتا ہے۔ جس کی زندگی زیادہ سے زیادہ اس معیار پر پوری اترتی ہے، وہی سب سے زیادہ واجب التکریم ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا کسی خاندان یا کسی قبیلہ میں پیدا ہوا ہو، یہاں معیارِ فضیلت حسب و نسب نہیں، ذاتی جوہر اور سیرت و کردار کی بلندی ہے۔" (مفہوم القرآن۔ پرویز۔ ۳/۱۲۰۸)

اور اسی سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔ الآیۃ!" (الروم: ۲۲)

"تم دیکھتے ہو کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کس قدر تنوع پایا جاتا ہے؟ لیکن اس تنوع کے باوجود ساری کائنات ایک مصرعہ موزوں کی طرح غیر منقسم اور متحدہ وحدت ہے۔ اسی طرح انسانوں میں رنگ اور زبان کا اختلاف ہے، لیکن وہ اس اختلاف کے باوجود ایک اُمّتِ واحدہ کے افراد ہیں۔"

(مفہوم القرآن۔ پرویز۔ ۳/۹۲۴)

۵۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
جرثومۂ حیات لیتے ہیں جو سمندر کے کنارے کی کائی میں آج سے اربوں سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اور "زوج" سے مراد اس جرثومہ کا دو ٹکڑوں میں بٹ جانا بتلاتے ہیں ـــــ طلوعِ اسلام "جو احادیثِ رسول اللہ کی صحت کے لیے قرآنی تعلیمات سے مطابقت کی شرط لگاتا ہے، اسے اپنے "باباجی مرحوم پرویز" کے بیان کردہ ان دو مختلف قرآنی مفاہیم میں بھی مطابقت تلاش کرنی چاہیے۔ ورنہ ان کی یہ تفسیرِ قرآن غلط قرار پائے گی اور اس کا "عجمی سازش" ہونا متحقق ہو جائے گا۔

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور مسلمان باہم بھائی ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔" (الحجرات: ۱۰)

"یاد رکھو، مومن سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور ان میں صلح کراتے وقت بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرو کہ یہ دونوں تمہارے بھائی ہیں، تمہارا فیصلہ بلا کسی رُو رعایت کے قانونِ خداوندی کے مطابق ہونا چاہیئے۔"

(مفہوم القرآن - ۳/۱۲۰۶)

۶- ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"تمہارے غلام تمہارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا - الآيه!"

(سورۃ محمد: ۴)

"یہ لوگ اپنی مخالفت میں اس درجہ آگے بڑھ رہے ہیں کہ ان سے تصادم ناگزیر نظر آتا ہے۔ سو جب میدانِ جنگ میں ان سے آمنا سامنا ہو تو تم بھی انہیں قتل کرو۔ جب ان کی قوت ٹوٹ جائے اور تم غالب آجاؤ (تو بقیۃ السیف) کو مضبوطی سے باندھ کر جنگی قیدی بنالو، پھر جیسے حالات کا تقاضا ہو، اس کے مطابق انہیں یا تو معاوضہ لے کر رہا کر دو (یعنی زرِ فدیہ لے کر یا اپنے قیدیوں کے مبادلہ کے طور پر) اور یا محض احسان رکھ کر تا آنکہ خود لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی ملک میں ہر طرح کا امن وامان ہو جائے) اسی مقصد کے لیے تمہیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔" (مفہوم القرآن: ۴/۱۱۸۵)

تمہیدی گزارشات میں اگرچہ ہم نے لکھا تھا کہ خطبۂ حجۃ الوداع کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت ثابت کرنے کے لیے ہم متعلقہ قرآنی آیات کے مفاہیم و مطالب پرویزی لٹریچر سے بلا تبصرہ نقل کریں گے، لیکن زیرِ بحث مضمون میں "طلوعِ اسلام" نے چونکہ خطبۂ حجۃ الوداع کو غلامی کے پرویزی نظریہ کی روشنی میں بھی غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ محمدؐ کی مذکورہ بالا آیت کا جو مفہوم، مفہوم القرآن سے نقل کیا گیا ہے، اس پر تھوڑا سا تبصرہ کر کے غلامی کے مسئلہ پر بھی مختصراً روشنی ڈال دی جائے ـــــ طلوعِ اسلام نے "سیرت النبیؐ" سے خطبۂ حجۃ الوداع کا اقتباس نقل کرنے کے بعد صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے:

"قرآن مجید میں سورہ محمدؐ میں اس ارشادِ ربانی کے بعد کہا کہ یا تو جنگی قیدیوں پر احسان کر کے، انہیں رہا کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، اسلامی معاشرے سے غلامی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا۔ اس لیے اس خطبے میں غلاموں کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ صحیح نہیں معلوم ہوتیں۔ کیونکہ ان کے ذریعے، غلامی کو اسلامی معاشرے میں پختہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

مستشرق پرویز نے غلامی کے سلسلہ میں اپنے مخصوص نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہی سورۂ محمدؐ کی مذکورہ بالا آیت کا مفہوم ان الفاظ سے بیان کرنا شروع کیا ہے کہ:

"یہ لوگ اپنی مخالفت میں اس درجہ آگے بڑھ رہے ہیں کہ ان سے تصادم ناگزیر نظر آتا ہے......!"

آیت کے مفہوم میں ان الفاظ کا اضافہ پرویزی حیلہ سازی ہے۔ ورنہ آیت کا اصل مفہوم اس کے بعد "سو جب میدانِ جنگ میں ان سے ("ان سے" کی بجائے "کفار سے") آمنا سامنا ہو" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے ـــــ چنانچہ ان اضافی الفاظ سے پرویزی مقصود یہ ہے کہ غلامی کو اس خاص دور سے مخصوص کرنے کے بعد یہ کہا جا سکے کہ "اسلامی معاشرے سے غلامی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا"، حالانکہ آیت میں "فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا" کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ "جب بھی کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے" تو قتال کے بعد غلامی کا مسئلہ ہر دور میں پیدا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اہلِ اسلام کو چاہیئے کہ دشمنانِ اسلام کو قتل کریں اور بقیۃ السیف کو پکڑ کر غلام بنا لیں۔ اب غلام بنا لینے کے بعد یہ حالات پر منحصر ہے کہ خواہ ان غلاموں کو فدیہ لے کر یا احسان

رکھ کر چھوڑ دیا جائے یا ان سے تبادلہ کر کے اپنے ان مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا جائے جو دشمن کی قید میں ہوں ــــــ اور اس آخری امکانی صورت کا ذکر طلوعِ اسلام نے بھی کیا ہے! اب صورتِ حال یوں بنتی ہے کہ مسلمان معاشرہ اگر جنگی قیدیوں کو زرِ فدیہ لے کر یا احسان رکھ کر بہر حال چھوڑ دینے کا پابند ہو تو قیدیوں کا یہ تبادلہ ممکن ہی کب رہے گا؟ ــــــ دشمن کو تو بہر حال یہ اطمینان حاصل ہو گا کہ مسلمان معاشرہ قرآنی حکم "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" کی بجا آوری کرتے ہوئے اس کے قیدیوں کو جلد یا بدیر ضرور ہی آزاد کر دے گا، پھر قیدیوں کے باہمی تبادلہ کی بجائے، اسے مسلمان قیدیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غلام بنا رکھنے میں کون سا امر مانع ہو گا؟

حقیقت یہ ہے کہ جہاد تا قیامت جاری ہے ــــــ پرویز نے اگرچہ "یعنی ملک میں امن و امان ہو جائے، اسی مقصد کے لیے تمہیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے" کے الفاظ لکھ کر امن و امان سے جہاد کو مشروط کرنے کی کوشش کی ہے (حالانکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھی جہاد ضروری ہے) تاہم امن و امان کا بھی یہ مسئلہ ہر دور میں پیدا ہو سکتا ہے جس کے لیے جہاد کی تا قیامت ضرورت ہے۔ اور اگر کفار سے جہاد کا حکم باقی ہے تو ان کے بقیۃ السیف کو غلام بنا لینے کا حکم بھی یقیناً باقی ہے ــــــ لہٰذا یہ پرویزی نظریہ غلط ہے کہ:

"قرآن نے یہ حکم دے کر غلامی کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔"

(مفہوم القرآن ۳/ ۱۱۸۵)

طلوعِ اسلام کے "بابا جی پرویز مرحوم" نے کفار و ملحدین کے ساتھ نا معلوم کیا خفیہ مراسم قائم کر رکھے تھے کہ انہیں میدانِ جنگ میں غلام بنا لینے سے انکار کر کے ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں؟ بایں ہمہ "قرآنی نظامِ ربوبیت" اور "قرآنی دعوت" کے لیے انہوں نے پچاس سال بھی صرف کر دیئے ــــ حالانکہ کفار کے بقیۃ السیف کو غلام بنا لینے میں بھی ان کی خیر خواہی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ بجائے غلام بنانے کے اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو غالب گمان یہی ہے کہ وہ اپنے کافر معاشرہ میں واپس جا کر کبھی اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس اگر وہ مسلمان معاشرہ میں رہیں گے، خواہ غلام بن کر ہی، اسلامی اخلاق سے متاثر ہو کر ان کے اسلام قبول کر لینے کا امکان قوی تر ہے۔ پھر نا معلوم غلامی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے سے مسٹر پرویز کی کونسی غرض پوشیدہ تھی؟

غلامی کو باقی رکھنے کے جواز میں قرآن مجید ہی سے، ایک اور پہلو سے بھی گفتگو کی جا سکتی ہے ـــــ ذرا ان آیاتِ قرآنی کو ذہن میں لائیے، جن میں غلام آزاد کرنے کو بعض جرائم کا کفارہ بتلایا گیا ہے۔ اور یہ جرائم "تا قیامت ممکن الوقوع ہیں۔ چنانچہ "آیۂ ظہار" میں فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ـــ الآية!"

(مجادلہ: ۳)

غلام احمد پرویز نے اس آیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

"یعنی جو لوگ اپنی بیوی کو ماں (یا ایسے ہی کوئی الفاظ) کہہ بیٹھیں، اور اس کے بعد پشیمان ہو کر اپنی اس بیہودہ بات کو واپس لینا چاہیں (تو انہیں کچھ جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ وہ جرمانہ یہ ہے کہ) قبل اس کے کہ وہ بہ حیثیت میاں بیوی ایک دوسرے کے پاس جائیں، ایک غلام آزاد کریں۔ یہ اس لیے ہے کہ تم آئندہ نصیحت پکڑو اور اللہ تمہارے معاملات سے باخبر ہے۔"

(مفہوم القرآن: ۳/۱۲۴۸)

اب دیکھئے "ظہار" تا قیامت کسی بھی وقت کسی سے بھی واقع ہو سکتا ہے۔ اور اس کے کفارہ میں جہاں دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہمیشہ کے لیے باقی ہے وہاں مذکورہ بالا آیت کے تحت غلام آزاد کرنے کی صورت بھی تا قیامت باقی ہے۔ اور یہ جبھی ممکن ہے، جبکہ غلامی کے دروازہ کو کھلا چھوڑ دیا جائے، ورنہ یہ آیت منسوخ ٹھہرے گی کیونکہ اس میں ایک ایسی چیز کو کفارۂ ظہار میں ذکر کیا گیا ہے، جس کا دروازہ بقولِ پرویز نزولِ قرآن کے وقت ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ پرویز اور ان کی پارٹی کے نزدیک الحمد سے لے کر والناس تک قرآن کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں (قرآن میں نسخ کی اس بحث کو بھی ہم آئندہ سطور میں ایک مستقل حیثیت سے ذکر کر رہے ہیں) اسی طرح سورۃ النساء میں ہے:

"وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا۔ (الآية!)"

(النساء: ۹۲)

پرویز نے مفہوم القرآن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

"اگر کسی کے ہاتھوں کوئی مومن غلطی سے مارا جائے تو وہ اس کے بدلے میں ایک مومن غلام آزاد کرے، نیز مقتول کے وارثوں کو اس کا خون بہا دے، اگر وہ خون بہا معاف کر دیں تو اور بات ہے۔"

(مفہوم القرآن: ۲۰۹/۱)

اگر پرویز اور ان کی پارٹی کے نزدیک غلامی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کیا جا چکا ہے تو شاید ان لوگوں نے کوئی ایسا انتظام بھی کر رکھا ہوگا کہ آئندہ کوئی بھی مومن، غلطی سے کسی کے ہاتھوں بھی مارا نہ جائے۔ اور اگر حالات اس کی نفی کرتے ہیں تو انہیں غلامی کے دروازہ کو بھی کھلا چھوڑنا ہوگا۔ تاکہ قتلِ خطاء میں دیت کے طور پر مومن غلام آزاد کیا جا سکے۔

سورۃ المائدۃ میں ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ ..... اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ - الاٰية!" (المائدۃ: ۸۹)

مفہوم القرآن میں اس آیت کا مفہوم یوں لکھا ہے:

"یاد رکھو، لغو اور مہمل قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ باقی رہیں وہ غلط قسمیں جو تم نے قصد و ارادہ سے نہایت محکم طور پر کھائی ہوں، تو انہیں بھی توڑا جا سکتا ہے، لیکن اس صورت میں کچھ کفارہ دینا ہوگا، یہ کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے ..... یا کسی غلام (گردن) کا آزاد کرنا۔" (۲۷۱/۱)

شاید مسٹر پرویز نے کہیں سے یہ گارنٹی حاصل کر لی ہو کہ آئندہ کوئی بھی شخص قصد و ارادہ سے محکم طور پر کوئی قسم نہ کھائے گا، اور اسی بناء پر وہ غلامی کے دروازہ کو بڑے دھڑلے سے بند کر رہے ہوں لیکن اگر ایسی قسمیں آج بھی کھائی جا رہی ہیں تو پھر انہیں، اس کے کفارہ کے طور پر "غلام (گردن) کے آزاد کرنے" کی شق کو منسوخ کرنے کا حق کس نے دے دیا ہے؟

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى — الاٰية!"

(البقرۃ : ۱۷۸)

"اگر قاتل آزاد مرد ہے، تو وہی آزاد مرد سزا پائے گا۔ اگر قاتل غلام ہے، تو اس غلام کو سزا دی جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے تو اس کا عورت ہونا اسے سزا سے نہیں بچا سکے گا، اسے بھی سزا بھگتنی پڑے گی"۔

(مفہوم القرآن ۱/۶۵)

اگر بقولِ پرویز قرآنِ مجید کا ایک لفظ بھی الحمد سے لے کر والناس تک منسوخ نہیں ہے اور غلامی کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا تو کون غلام قاتل ہو گا اور کون سے غلام کو سزا دی جائے گی؟ —— پھر قرآن میں اس حکم کا باقی رہ جانا چہ معنی دارد؟ —— اب یا تو قرآن سے اس آیت کا نسخ مان لیجئے اور یا "غلامی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا" والے نظریہ پر نظرِ ثانی فرمایئے، کہ دونوں میں سے ایک ہی صورت ممکن ہو گی۔

علاوہ ازیں حکمِ قصاص والی سورۂ بقرۃ کی یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ سورۂ محمدؐ کی جس آیت سے پرویز صاحب غلامی کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر رہے ہیں، وہ اس سے بہت پہلے دورانِ سفرِ ہجرت آپؐ پر نازل ہو چکی تھی۔ لہٰذا اگر اس آیت کے الفاظ "فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً" سے غلامی کو بند کرنا مقصود ہوتا تو اس کے بعد سورۃ البقرۃ میں غلاموں کے مابین قصاص کا ذکر کرنے کے کوئی معنی ہی نہ تھے۔ کیونکہ بقولِ پرویز سورۂ محمدؐ کی آیت کے ذریعہ، بہت پہلے غلامی کے دروازہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کیا جا چکا تھا۔

اسی طرح اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ـــ الآیۃ" (النور : ۳۳)

"اور غلام اور لونڈیوں میں سے جو اپنی آزادی کے لیے تم سے "تحریری سند"[1]

---

[1] یہاں بھی قرآنِ مجید نے لفظ "کتاب" استعمال کیا ہے۔ اور مسٹر پرویز نے اس کا ترجمہ "تحریری سند" کیا ہے۔ اب اس چند سطری "تحریری سند" کو مدون کرنا اور سینا پرونا طلوعِ اسلام کے ذمہ ہے۔

لینا چاہیں، انہیں پروانۂ آزادی دے دینا چاہیئے۔ بشرطیکہ تم دیکھو کہ وہ اس قابل ہیں کہ اپنی بہبودی کا خود خیال رکھ سکیں ورنہ ایسے نااہل اور بے سمجھ نہ ہوں کہ تم سے الگ ہو کر اپنے آپ کو بھی سنبھال نہ سکیں۔"

(مفہوم القرآن : ۸۰۳/۲)

بنا بریں "نااہل اور بے سمجھ" غلاموں کو مکاتبت کے ذریعے آزاد کر دینا مفید نہیں، بلکہ انہیں غلام ہی رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس مقام پر "غلامی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دینے والے" محترم پرویز صاحب "غلامی" کے بجائے "غلاموں کی آزادی" کا دروازہ بند کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں ـــــ قارئینِ کرام، یہ ہے وہ "مفسرِ قرآن" جو قرآن کو سمجھ کر اس کی تعلیمات کی روشنی میں احادیثِ رسول کو پرکھنے کا فریضہ انجام دینے نکلا تھا، اس لیے کہ اس کی دانست میں ذخیرۂ حدیث سارے کا سارا "عجمی سازش" کا شکار ہو گیا تھا۔ لہٰذا حدیثِ رسول کو اس سازش سے بچانے کے لیے ایک ایسے ہی مفسرِ قرآن کی ضرورت تھی جو "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" کا مصداق ہوتا! ـــــ کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ظہار، قتلِ خطاء اور قسم، غلاموں کے مابین قصاص اور مکاتبت وغیرہ کا حکم اگر قرآنِ مجید میں مذکور ہے، یہ احکام ہم نے پرویزی لٹریچر سے بھی من وعن نقل کر دیئے ہیں، پھر یہ احکام منسوخ بھی نہیں بلکہ یہ تمام باتیں تاقیامت ممکن الوقوع بھی ہیں، جن کے کفارہ کے طور پر منجملہ روزے رکھنے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے، غلام آزاد کرنے کی بھی ایک صورت موجود ہے، تو اس قرآنی حکم کی بجا آوری جبھی ممکن ہے کہ غلامی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کرنے کی بجائے تاقیامت اسے کھلا چھوڑ دیا جائے اور کفار کے بقیۃ السیف کو غلام بنا لینا جائز ہو۔ لہٰذا "غلامی" کے سلسلہ میں مسٹر پرویز کا نظریہ ان کی اپنی تحریروں کی روشنی میں یکسر باطل ہے۔ تو پھر اس نظریہ کی روشنی میں خطبۂ حجۃ الوداع میں غلاموں کے بارے دیئے گئے احکامات کیوں غلط ہیں اور اس بناء پر خطبہ حجۃ الوداع کی روایات غلط کیوں قرار پائیں؟

(جاری ہے)

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں، ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی۔

(مینجر)